اورینٹل کالج میگزین، جلد۹۷،شمارہ۳، مسلسل شمارہ:۳۶۵، سال ۲۰۲۲ء

ناولٹ اور پاکستانی پنجابی ناولٹ

احمد شہزاد

لیکچرار پنجابی

گورنمنٹ گریجوایٹ کالج،ٹاؤن شپ،لاہور

NOVELETTE AND PAKISTANI
PUNJABI NOVELETTE

Ahmad Shahzad
Lecturer in Punjabi
Govt. Graduate College Township, Lahore

Abstract

Novelette is a literary genre originated in Italy back in 14th century. There are various terms used in the literature for novelette such as short novel, novellat, nouvelle, novella and novella etc. it came from English into sub-continental languages including Punjabi. Though the tradition of novel in Punjabi is well established, novelette as a separate genre has yet not been discussed as it should be. The article focuses the Punjabi novelettes written and published in Pakistan from 1947 to 2020.

Keywords:
Novelette, Colonialism, Sub-continent, Pakistan, Urdu, Punjabi, Muzaffar Ali Syed, Wazahat Husain Rizvi

ناولٹ کی صنف نے بنیادی طور پر اٹلی کی سر زمین سے جنم لیا، جہاں اسے ناویلا کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی نثری صنف ہے جس کا آغاز انتہائی مختلف النوع ذرائع سے ہوا۔ ناولٹ کا لفظ، ناول کی ترکیب سے وجود میں آیا ہے جو انگریزی زبان میں مستعمل ہے۔ ناول اطالوی زبان کے لفظ Novella (نوویلا) سے مشتق ہے۔(۱) Novella اطالوی سے پہلے لاطینی زبان میں مستعمل تھا جس کا فرانسیسی تلفظ Nuvelle (نوول) ہے۔(۱) ڈی۔ ایچ لارنس (۱۸۸۵۔۱۹۳۰ء D.H. Lawrence) نے ناول کو گلیلیو (۱۵۶۴۔۱۶۴۲ء Galileo) کی دوربین یا کسی وائرلیس سے بھی زیادہ اہم اور بڑی دریافت قرار دیا تھا۔ اس لیے کہ ناول انسانی احوال و کوائف اور احساسات و جذبات کے اظہار کی اعلیٰ ترین صورت ہے۔ واضح رہے کہ اس میں کوئی چیز بھی قطعی نہیں ہوتی، نہ قطعیت کی اس میں گنجائش ہوتی ہے۔

ناولٹ کو انگریزی زبان میں Short Novel (مختصر ناول) بھی کہا جاتا ہے۔ اطالوی لفظ Novella (نوویلا) اپنے معنی و مفہوم میں ناولٹ کی اصطلاح کے ہم معنی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف امریکانا میں ناولٹ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

> "In literature work of fiction briefer and less complex than novel and more extensive than a short story. The length usually ranges from about 20,000 to 50,000 words'(3)

آکسفورڈ انگلش ڈکشنری کے مطابق ناولٹ کی تعریف یہ ہے:

> "A Sotry of moderate length having the characteristics of a novel frequently applied to a short romantic or sentimental novel of inferior quality".(4)

ادبیاتِ عالم میں ناولٹ کے لیے جو اصطلاحیں زیادہ مستعمل ہیں وہ یہ ہیں:

- مختصر ناول (Short Novel)
- ناولٹ (Novelette)
- ناولیٹ (Novellat)
- نوویلا (Novella)
- نوول (Nouvelle)
- ناویلے (Novelle)

ناول، ناولٹ، طویل مختصر افسانے کے درمیان خطِ امتیاز کھینچنا آسان نہیں ہے۔ عام قاری تو ظاہری طور پر ان کی ضخامت دیکھ کر جھٹ سے اپنا فیصلہ صادر کر دیتا ہے۔ اس کے نزدیک پندرہ بیس صفحات تک پھیلی کہانی مختصر افسانہ یا طویل مختصر افسانہ ہے۔ صفحات کی یہی تعداد اگر سو سوا سو تک چلی

جائے تو ناولٹ تصور کی جائے گی اور اس سے بڑھی تو ناول کے زمرے میں شمار ہو گی۔ ان تینوں اصناف کو طوالت کے اس طرح کے پیمانوں سے دیکھنے میں عام قارئین کا بھی اتنا قصور نہیں ہے جتنا بعض ناشروں اور مدیروں کا ہے جو کسی کم ضخامت والے نثری قصے پر بہ طور عنوان طویل مختصر افسانہ یا ناولٹ لکھ دیتے ہیں۔(۵) محمد احسن فاروقی (۱۹۱۳۔۱۹۷۸ء) نے مختصر افسانہ، ناولٹ اور ناول کے فرق کو یوں واضح کیا ہے:

> ”اگر تعمیر کی بہ جائے نقشہ حیات کی حیثیت سے دیکھا جائے تو یوں سمجھیے کہ ایک شخص دوربین لیے کھڑا ہے اور ایک پہاڑی کی چوٹی کے محض نقطہ میں محو ہے تو وہ مختصر افسانہ نگار ہے۔ اگر وہ پوری پہاڑی کو دیکھتا ہے تو ناولٹ نگار ہے اور اگر وہ کوہسار کے پورے سلسلے کو دیکھ رہا ہے جس میں یہ پہاڑی بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پہاڑیاں بھی ہیں اور سب پوری کی پوری دکھائی دے رہی ہیں تو وہ ناول نگار ہے۔“(۶)

جب کہ ڈاکٹر سید وضاحت حسین رضوی کے مطابق:

> ”ناول میں زیادہ بڑے کینوس پر زیادہ کرداروں اور بڑے سماجی مسائل کو لے کر زندگی کی نقاشی ہوتی ہے جب کہ ناولٹ میں موضوع مواد اور فضا محدود رہتی ہے۔“(۷)

ناول کی روایتی خصوصیات شمار کی جائیں تو پلاٹ، کردار، مکالمہ اور ماحول کی تصویر کشی نمایاں تر نظر آتی ہے ناولٹ میں بھی یہی سب کچھ ہوتا ہے لیکن اس کے بغیر بھی ناولٹ لکھا جا سکتا ہے۔ تجربات کی ناول میں گنجائش ہے لیکن وسعت کی وجہ سے ناول نگار کسی نہ کسی حد تک ان عناصر اربعہ کی پابندی کرنے پر مجبور ہے۔ ناول نگار کے مقابلے میں ناولٹ لکھنے والے کا دائرہ کار چوں کہ نسبتاً محدود ہوتا ہے اس لیے ان عناصر میں سے تین کی بہ جائے کسی ایک کی مدد سے بھی کام یاب ناولٹ لکھا جا سکتا ہے۔(۸) اسی طرح مختصر افسانے اور طویل مختصر افسانے میں بنیادی فرق کینوس کا ہے۔ مختصر افسانہ زندگی کے کسی خاص لمحے، تاثر یا کردار کا ایک رخ سامنے لاتا ہے۔ اس میں تمام تر اہتمام اس کے مرکزی خیال کو سامنے لانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس میں اختصار و ایجاز کے ذریعے ایک تاثر کی وحدت کو شدت احساس کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ مختصر افسانہ ایک اضافی لفظ کا بھی متحمل نہیں ہو سکتا، کیوں کہ مختصر افسانہ اپنے اندرونی نظام میں اس طرح منضبط ہوتا ہے کہ کسی طرح کی بے احتیاطی اس کی وحدت تاثر کو زائل کر دیتی ہے۔ طویل مختصر افسانے میں بھی مرکزی خیال ایک ہی ہوتا ہے لیکن اس خیال کو نسبتاً ایک وسیع کینوس

پر پھیلایا جاتا ہے۔ یہاں وحدت تاثر کی بھی قید برقرار رہتی ہے لیکن واقعے یا کردار کے ایک پہلو کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ اس پر کئی زاویوں سے روشنی ڈالی جاتی ہے، لیکن اس روشنی میں کئی مختلف شعاعوں کا نقطۂ ارتکاز ایک ہی ہوتا ہے۔(۹)

مظفر علی سید (۱۹۲۹ـ۲۰۰۰ء) نے ناول، طویل مختصر افسانے اور مختصر افسانے کے فرق کو مصوری کی ان اصطلاحات سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ مختصر افسانہ تو ایک Miniature Form ہے اور ناول Fresco طویل مختصر افسانہ ان دونوں کے بین بین ایزل پینٹنگ (Azul Painting) قسم کی ایک چیز ہے۔(۱۰)

ناول، ناولٹ، طویل مختصر افسانے، مختصر افسانے میں عناصر ترکیبی ایک جیسے ہی ہیں لیکن پھر بھی ان میں اساسی فرق ضرور موجود رہتا ہے۔ طویل مختصر افسانے اور ناولٹ کے فرق کو محمد احسن فاروقی اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ناول نگار اور افسانہ نگار زندگی کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے، صرف مرکزِ نگاہ کا فرق ہے۔ افسانے میں وہی نظر اس طرح مرکوز کی جاتی ہے کہ محض ایک نقطۂ زندگی نظر آئے۔ ممکن ہے کہ یہ نقطہ بڑا ہو لہذا افسانہ طویل ہو جائے۔ پھر مرکز نگاہ بڑھالی جاتی ہے اور نقطے کی صرف ایک لکیر سامنے آتی ہے اور یہی ناولٹ کا دائرہ ہے۔(۱۱)

مختصراً یہ کہ طویل مختصر افسانے میں وحدت تاثر کا عنصر اہم ہے۔ اس میں زندگی کے ایک دائرے کو ایک مخصوص زاویے سے اس طرح سمیٹا جاتا ہے کہ اس کے اختتام پر ایک ہلکا سا سوال یا تشنگی اور تکمیلیت کی ہلکی سی آنچ باقی رہ جاتی ہے۔ یہی طویل مختصر افسانے کا بنیادی جوہر اور خوب صورتی ہے۔ اس کے مقابلے میں ناولٹ میں وحدت تاثر کی پابندی نہیں ہے، بل کہ ناولٹ کا قصہ اپنے انجام پر مختلف تاثرات کا حامل بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جو چیز ناولٹ کو مختصر افسانے سے ممیّز کرتی ہے وہ اس کا احساس تکمیل ہے۔ یعنی ناولٹ کا قصہ اپنے مدارج طے کرنے کے بعد اپنے اندر چلنے والے واقعات کے مختلف دائروں کو آخر میں اس طرح مربوط کرتا ہے کہ ایک احساسِ تکمیل پیدا ہوتا ہے۔(۱۲)

اطالوی ادب میں چودھویں صدی میں گیوانی بوکاچیو (۱۳۱۳ـ۱۳۷۵ء Giovanni Boccaccio) کی تصنیف *The Decameron* کے ساتھ ناولٹ کا آغاز ہوتا ہے جو ایک

سوناولٹس کا مجموعہ تھی۔ پندرھویں صدی کی معاشرتی زندگی کی عکاسی کے سلسلے میں لاطینی ناولٹ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ *The Tale of the Two Lovers*، *Fat cabinet maker*، *The ladies of porrettal* اس حوالے سے اہم ناولٹ ہیں۔ سولھویں صدی کے نمایاں ناولٹ نگاروں میں پیٹرو فرنیٹنی (Pietro Fortini ۱۵۰۰۔ ۱۵۶۲) اور انٹن فرانسسکو گرازینی (Anton Francesco Grazzini ۱۵۰۳۔ ۱۵۸۴ء) کے نام شامل ہیں۔ سترھویں صدی میں ناولٹ ایک خاص سطح پر پہنچا اور جیوانی ورگا (Giovanni Verga ۱۸۴۰۔ ۱۹۲۲ء) اور لیوگی پیرنیڈیلو (Luigi Pirandello ۱۸۶۷۔ ۱۹۳۶ء) کی تخلیقات نے ایک نئی ہیئت اختیار کی۔ اٹھارویں صدی میں ناولٹ کے کچھ اصول وضوابط بن گئے۔ اس طرح ناولٹ نے ایک مخصوص شکل اختیار کرلی۔ جدید ناولٹ نگاروں میں فرانسیسی راب گریئے (Alain Robbe-Grillet ۱۹۲۲۔ ۲۰۰۸ء) کا *Jealousy* (اس ناولٹ کا موضوع جنسی رقابت ہے) روس کے ابرام ٹرٹز (Abram Tertz ۱۹۲۵۔ ۱۹۹۷ء) کا *The Trial Begins* ہیمنگ وے (Hemingway ۱۸۹۹۔ ۱۹۶۱ء) کا *The Snows of Kilimangaro*، تھامس مان (Thomas Mann ۱۸۷۵۔ ۱۹۵۵ء) کا *Death in Venice* (جس کا موضوع ایک ادیب کی زندگی ہے) جیمس جوائس (James Joyce ۱۸۸۲۔ ۱۹۴۱ء) کا *The Dead* (جو انسانی زندگی اور اس کے نشیب وفراز اور موت وحیات سے متعلق ہے) امریکی ولیم فانز کا *The Bear*، چیخوف (Chekhov ۱۸۶۰۔ ۱۹۰۴ء) کا *The Steppe*، سارتر (Jean-Paul Sartre ۱۹۰۵ء۔ ۱۹۸۰ء) کا *The Room* اور فرانزکافکا (Franz Kafka ۱۸۸۳۔ ۱۹۲۴ء) کا *The Metamorphosis* بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔

انیسویں صدی تاریخی اعتبار سے ہندوستان میں بنیادی تبدیلیوں کی صدی ہے۔ ۱۸۴۹ء میں انگریزوں نے جب پنجاب پر قبضہ کیا توسیاسی، سماجی، اقتصادی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ ادبی تبدیلیاں بھی آئیں۔ پنجابی نثری ادب میں کئی اصناف شامل ہوئیں جن میں سے ایک ناولٹ بھی ہے۔ پاکستان بننے کے بعد پنجابی ناولٹ کثیر تعداد میں سامنے آئے ہیں۔

اردو ادب میں ڈپٹی نذیر احمد (۱۸۳۰۔ ۱۹۱۲ء) کے **مراۃ العروس** اور **توبۃ النصوح** سے ہی اُردو ناولٹ کا آغاز ہو جاتا ہے۔ جوشوا فضل الدین (۱۹۰۳۔ ۱۹۷۶ء) کا ناولٹ **برکتے** پاکستان بننے کے بعد پہلا

پنجابی ناولٹ ہے جو کتابی صورت میں چھپا۔ اس ناولٹ میں تاریخ اشاعت درج نہیں ہے۔ پنجابی کے زیادہ تر مصنفین نے اس کا سالِ اشاعت ۱۹۵۳ء لکھا ہے۔ محمد آصف خاں (۱۹۲۹۔۲۰۰۰ء) نے ۱۹۵۲ء (۱۳) جب کہ ڈاکٹر انعام الحق جاوید (۱۹۴۹ء) نے اس کا سال اشاعت ۱۹۵۴ء قرار دیا ہے۔ (۱۴) پنجابی ادب میں ''ناولٹ'' کو باقاعدہ ایک الگ نثری صنف کے طور پر اب تک بیان نہیں کیا گیا۔ لیکن لفظ ناولٹ کے متبادل کے طور پر کئی لفظ استعمال ہوتے رہے ہیں جیسے نِکا ناول، چھوٹا ناول، مختصر ناول وغیرہ۔ پہلے ناولٹ **برکتے** کے حوالے سے شہباز حسین سید لکھتے ہیں کہ اس کا پہلا نام جوشوا (۱۹۰۳۔۱۹۷۶ء) کے مطابق **بھنسو** تھا۔ یہ مختصر ناول پاکستان میں سب سے پہلے شائع ہوا۔ (۱۵)

اس ناولٹ کی کہانی روایتی ہے اور یہ تکنیکی اور فنی اعتبار سے ڈھیلا ڈھالا ہے۔ **برکتے** کے مصنف کے مطابق یہ ایک نفسیاتی ناولٹ ہے جس کی بنیاد Association of Ideas پر رکھی گئی ہے۔ اس ناولٹ کا دور تقریباً وہی ہے جو انگریزی ادب میں ورجینیا وولف (۱۸۸۲۔۱۹۴۱ء Virginia Woolf) کا ہے۔ بیسویں صدی کے شروع میں جب ورجنیا وولف، ڈور تھی رچرڈسن (۱۸۷۳۔۱۹۵۷ء Dorothy Richardson) اور ہکسلے (۱۸۹۴۔۱۹۶۳ء Huxley) جیسے مصنف *Jacobs Room*، *The Trap* اور *Antie May* جیسے شاہ کار لکھ رہے تھے، اردو ادب میں پریم چند (۱۸۸۰۔۱۹۳۶ء)، عصمت چغتائی (۱۹۱۵۔۱۹۹۱ء)، کرشن چندر (۱۹۱۳۔۱۹۷۷ء) اور عزیز احمد (۱۹۱۴۔۱۹۷۸ء) جیسے ناول نگار خوب صورت، شاہ کار ناول تخلیق کر رہے تھے۔ اس دور میں ان کے مقابلے میں **برکتے** جیسا ناولٹ پختہ تخلیق نہیں ہے۔ شہباز ملک (۱۹۳۷ء) **برکتے** کے متعلق رقم طراز ہیں کہ ناول **برکتے** کا پلاٹ روایتی ہے، کوئی خاص کش مکش اس میں دکھائی نہیں دیتی، سوچ کے مشترک ہونے والی بات درست ہو سکتی ہے لیکن اس کو نفسیاتی ناول نہیں کہہ سکتے۔ (۱۶)

دیواتے دریا افضل احسن رندھاوا (۱۹۳۷۔۲۰۱۷ء) کا ناولٹ ہے جو پہلی مرتبہ ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔ یہ ایک معاشرتی ناولٹ ہے جس میں کہانی دو سکھ خاندانوں کی باہمی دشمنی کے ارد گرد گھومتی ہے۔ ناولٹ کی کہانی اور تکنیک مضبوط ہے مگر کہانی اور پلاٹ میں کئی جگہوں پر خامیاں بھی دکھائی دیتی ہیں جیسے ''جندو'' کا قتل صرف کہانی کے خلا کو پُر کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ اسی طرح ''روپو'' کا قتل

کرنا بھی ضروری نہیں تھا۔ بہ ہر حال مصنف نے گاؤں کے رسم ورواج، تہذیب وثقافت کو مختصر انداز میں اس ناولٹ میں دکھانے کی پوری کوشش کی ہے۔ ۱۹۷۵ء میں اعجاز الحق کا ناولٹ **سکے پانی** شائع ہوا۔ اس ناولٹ میں نہ پلاٹ کہیں نظر آتا ہے اور نہ ہی کوئی کہانی کا عنصر ملتا ہے۔ آزاد نظم، نثری نظم اور افسانے کے سارے نمونے اس ناولٹ میں موجود ہیں۔ یوں یہ فنی لحاظ سے یہ ایک خام اور ناقص تخلیق ہے۔ تحریر بے ربطی اور بے ترتیبی کا شکار ہے اور یہ ایک confused تخلیق ہے۔ **دل اک دیوا** آغا اشرف کی تخلیق ہے۔ اس میں بھی ڈرامائی کیفیت اور ڈرامے کی تکنیک استعمال کی گئی ہے۔ ایسے دکھائی دیتا ہے کہ کوئی فلمی کہانی ہو اور بعد میں اُسے ڈرامے کا روپ نہ دیا جا سکا ہو اور اسے ناول کا نام دے دیا گیا ہو حالاں کہ یہ ناولٹ کے زمرے میں ہی آتا ہے۔ شہباز ملک اس تخلیق کے متعلق کہتے ہیں کہ ناول میں حادثات اور بے ترتیبی باتوں سے کہانی کو آگے بڑھایا گیا ہے، اس میں نہ ہی کوئی کش مکش ہے اور نہ ہی ناول کا انداز۔ مکالمے بھی عامیانہ انداز میں ہیں جس وجہ سے اسے کوئی اہم ناول نہیں کہہ سکتے۔(۱۷)

مستنصر حسین تارڑ (۱۹۳۹ء) کا ناولٹ **پکھیرو** ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔ ناولٹ کا پلاٹ بالکل سیدھا سادہ ہے اور یہ ایک علامتی تحریر ہے۔ **پکھیرو** ایک استحصالی آدمی، پکھیرو اور گِدھوں کی کہانی ہے۔ جبر اور استحصال کرنے والی قوتیں گرجوں کی شکل میں اہم کردار ہیں۔ **اک مرے بندے دی کہانی** فخر زمان (۱۹۴۰ء) کا اصل میں ناولٹ ہی ہے اور اس کا انداز ان کے پہلے ناول **ست گواچے لوک** جیسا ہی ہے۔ انھوں نے ایسے آدمی کے خیالات کو بیان کیا ہے جو مر تو گیا ہے لیکن اُسے کفنایا دفنایا نہیں گیا۔ تخلیق کار نے اپنے کردار ''میں'' کے ذریعے اُن کرداروں کے پردے اُٹھائے ہیں جن پر سامراجی قوتوں کے سائے ہیں۔ ناولٹ کا کم زور پہلو کرداروں کی صحیح اُٹھان نہ ہونا ہے۔ کہانی کے آخر تک سوانح عمری سنانے والا مرکزی کردار بھی اپنی صحیح شکل سامنے نہیں لا سکا۔ احمد سلیم (۱۹۴۶ء) کے ناولٹ **نال میرے کوئی چلے** میں کہانی بچوں کے ارد گرد گھومتی ہے ''چھیم'' مرکزی کردار ہے۔ اس کا موضوع ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی تقسیم ہے اور اس وقت ہونے والی قتل وغارت، خون خرابے اور لوٹ مار کو ناولٹ کی کہانی کا حصہ بنایا گیا ہے۔ احمد سلیم نے صرف اس حصے یعنی پاکستان میں ہونے والے ایسے واقعات سے پلاٹ تعمیر

کیا ہے پھر بھی کہانی میں ایک قدرتی پیش رفت موجود ہے۔ تکنیکی لحاظ سے اور موضوع کے پھیلاؤ کے اعتبار سے بھی یہ ایک درمیانے درجے کا ناولٹ ہے۔

احسان بٹالوی نے ناولٹ **کہانی اک اجڑدی** میں جھوٹے انقلابیوں کو بے نقاب کیا ہے۔ تخلیق کار نے ناولٹ میں بکریوں کو personify کیا ہے اور درپردہ سیاست دانوں، دانش وروں، ادیبوں اور شاعروں پر تنقید کی گئی ہے جو ہوا میں تیر چلاتے ہیں اور انقلاب کو بھی ایک فیشن کے طور پر نعرہ بنادیتے ہیں۔ جارج آرویل (George Orwell۱۹۰۳۔۱۹۵۰ء) کا ناول *Animal Form* بھی اسی طرز کا ہے۔ اک ریوڑ کی کہانی دراصل سازشیوں کی کہانی ہے۔(۱۸) ناولٹ کے موضوع کے اعتبار سے تخلیق کار سے انصاف نہیں ہو سکا اور اسے معیاری تحریر بھی نہیں کہا جاسکتا۔ فرخندہ لودھی (۱۹۳۷۔۲۰۱۱ء) لکھتی ہیں کہ سماج اور سیاست کے نام پر سیاسی ادیبوں پر طنز کیا گیا ہے۔ اس طرح مصنف سطحی باتیں کر کے اصل صورت حال کو ناولٹ کا روپ نہیں دے سکا۔ زبان کے حوالے سے بھی یہ ناول زیادہ پختہ نہیں ہے۔(۱۹)

ٹالہیاں دی چھاں غلام حسین سہیل کا ناولٹ ہے جو ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا۔ یہ ایک رومانوی ناولٹ ہے جس کا مرکزی کردار جمیل ہے جو لاہور میں پڑھنے کے لیے جاتا ہے۔ جمیل اور چانی کی یہ ایک روایتی کہانی ہے جو حادثات اور اتفاقات سے بھری ہوئی ہے۔ کہانی میں مکالمے خالصتاً فلمی انداز میں ہیں، کلائمکس نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ واقعات سارے من گھڑت اور خوش فہمیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ پلاٹ کی تعمیر میں بھی کئی جھول نظر آتے ہیں جیسے لنگڑا جمیل جو اپنے آپ کو ایک کمی پینڈو کا بیٹا کہتا ہے، ماہ رخ کا آئیڈیل بن جاتا ہے۔ اسے ایک پختہ تحریر نہیں کہا جاسکتا، رومانوی پہلو کو زیادہ اُبھارا گیا ہے اور رومانس میں بھی عامیانہ پن جھلکتا ہے۔ شہباز ملک اس تخلیق کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ناولٹ بے شمار واقعات، حادثات اور بے ربط باتوں سے اس طرح بھرا ہوا ہے کہ مصنف نے تحریر کرنے سے پہلے پلاٹ کے حوالے سے کوئی محنت نہیں کی۔ ناول نگار ناولٹ شروع کرنے کے بعد جو اُس کے دل میں خیال آیا بغیر کسی منطقی طریقے سے لکھتا گیا ہے۔(۲۰)

گنجھل نسرین بھٹی (۱۹۴۵۔۲۰۱۶ء) کا ناولٹ ہے جو ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا۔ ناولٹ کی کہانی برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کے موقع پر ہونے والے فسادات کی ایک روایتی کہانی ہے جس میں ایک عورت غنڈوں سے بچانے کے لیے اپنی بہو کو چھری سے قتل کر دیتی ہے۔ اپنی بیٹی کو چلتی نہر کے حوالے

کر دیتی ہے اور اپنے آپ کو چولہے کے تیل سے آگ لگا کر جلا لیتی ہے۔ ناولٹ کا پلاٹ بالکل سیدھا سادہ ہے پھر بھی کچھ واقعات غیر فطری لگتے ہیں جیسے شروع میں ''پھل'' کو اس کی ماں نہر میں پھینک دیتی ہے، یہ نہر دریائے راوی میں مل جاتی ہے۔ ''پھل'' کا یہاں تک زندہ سلامت پہنچ جانا محال لگتا ہے۔ پھر مری میں ''پھل'' اور ''مود'' کی ملاقات، ''پھل'' کی خودکشی اور پھر ''مود'' کی موت سب غیر فطری واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ ۱۹۸۵ء میں آغا اشرف کی کتاب **سوچ سمندر** شائع ہوئی جس میں چار ناولٹ ہیں: پہلا ناولٹ **سکا پترتے ہوا** ہے۔ اس کا آغاز ہندوستان کی تقسیم سے ہوتا ہے اور عرفان آذر اس کا اہم کردار ہے۔ ناولٹ کا پلاٹ بالکل سادہ ہے، کہانی میں بھی کوئی پیچیدگی نہیں اور کہانی شہری تہذیب کی نمائندگی کرتی ہے۔ دوسرا ناولٹ **مرلی تے موتیے دا پھل** ہے جو دماغی اسپتال کے ذہنی مریضوں کے حوالے سے ہے۔ تحریر میں کوئی خاص ربط موجود نہیں صرف علامتی رنگ ہے اور ناولٹ پر ڈرامے کے سائے زیادہ ہیں۔ **جیب کترا** تیسرا ناولٹ ہے جس میں مرکزی کردار ''شرفو'' ہے جو ایک شریف اور سادہ آدمی ہے لیکن بے روزگاری میں اس کی ملاقات ایک جیب کترے سے ہو جاتی ہے۔ ناولٹ کا پلاٹ بالکل سپاٹ ہے اور ایک اخلاقی سبق دینے کی کوشش کی ہے کہ برے کام کا برا نتیجہ۔ آخری ناولٹ کا نام کتاب کے عنوان **سوچ سمندر** پر ہی ہے۔ اسے پنجابی زبان کا سب سے مختصر ناولٹ کہا جا سکتا ہے۔ اس کی کہانی بھی ایک روایتی کہانی ہے جو ۱۹۴۷ء کے فسادات کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔ ۱۹۹۰ء میں شائع ہونے والا بابو جاوید گرجاکھی (۱۹۴۷۔۲۰۱۶ء) کا ناولٹ **رلدے ہیرے** ہے جو بچوں کے لیے لکھا گیا ہے جس میں مرکزی کردار ''شہزاد'' ہے۔ تخلیق کار نے غریب بچوں کی زندگی کے حوالے سے عکس بندی کی ہے اور چائلڈ لیبر جیسے موضوع پر ناولٹ لکھ کر ایک آفاقی مسئلے پر پر روشنی ڈالی ہے۔ **پرانا پنڈ** الیاس گھمن (۱۹۶۱ء) کا ناولٹ ہے جو ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا۔ یہ ایک ایسے شخص کی کہانی ہے جو اپنی جائے پیدائش کے ساتھ ایک جذباتی لگاؤ رکھتا ہے اور یہ ایک واحد متکلم صیغے کا بیانیہ ہے۔ ناولٹ کی کہانی تخلیق کار کی اپنی سوانح عمری معلوم ہوتی ہے۔ **مٹی واجاں ماردی** الیاس گھمن کا ہی ناولٹ ہے جو پہلے ناولٹ **پرانا پنڈ** سے جڑا ہوا ہے۔ اس میں بھی زمین کے ساتھ محبت کا اظہار کیا گیا ہے اور اس کی کہانی بھی دریا کے کنارے پر موجود زمین کی کہانی ہے۔

احمد سلیم کا ناولٹ **تتلیاں تے ٹینک** ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا جس میں تخلیق کار کچھ تاریخی پس منظر، صوبائی تقسیم، فلسفہ، موت کو موضوع بناتا ہے۔ ناولٹ کی کہانی تاریخی حوالے سے صحیح طرح تعمیر نہیں ہو سکی۔ اس ناولٹ کے بارے میں ڈاکٹر انعام الحق جاوید رقم طراز ہیں کہ احمد سلیم کا دوسرا ناول کچھ تجریدی انداز کا ہے جس میں فقروں کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ناول کا پلاٹ منتشر ہے۔ یہ بھی ایک Confused تخلیق ہے۔(۲۱)

بابو جاوید گرجاکھی کا ناولٹ **اپنی وستی** ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا جس میں جانوروں کو علامت کے طور پر استعمال کر کے معاشرے کے طاقت ور اور کم زور طبقے پر تمثیلی انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسلوب، پلاٹ کی تعمیر اور کہانی متاثر کن ہے۔ میر تنہا یوسفی کی تخلیق **تریہ** جو ۱۹۹۹ء میں سامنے آئی موضوع، پلاٹ اور کہانی کے اعتبار سے ناولٹ کے زمرے میں آتی ہے۔ جمیل احمد پال (۱۹۵۸ء) کا ناولٹ **عذاب دن عذاب راتاں** پہلی مرتبہ ۱۹۹۷ء اور دوسری مرتبہ ۱۹۹۹ء میں **پریت لڑی** میں سامنے آیا۔ ناولٹ کا مرکزی کردار جاوید ہے۔ یہ ایک دو کرداری ناولٹ ہے جو اصل میں تخلیق کار کی ''ہڈ بیتی'' ہے جس کی بیوی کو مرگی کی بیماری ہوتی ہے۔ ناولٹ کا اسلوب کم ہی دکھائی دیتا ہے۔ پلاٹ بھی بالکل سادہ ہے۔ ناولٹ کی تکنیک کم اور افسانہ زیادہ لگتا ہے۔ ۲۰۰۰ء میں شائع ہونے والے میر تنہا یوسفی کے ناولٹ **اک سمندر پار** میں خلیجی ممالک کی زندگی کو بیان کیا گیا ہے اور تاریخی حوالے دیے گئے ہیں۔ تکنیکی لحاظ سے پلاٹ ٹھیک بُنا کیا گیا ہے۔ پلاٹ سادہ ہونے کے ساتھ موضوع اور کہانی کے اعتبار سے ناولٹ کے زمرے میں ہی آتا ہے۔ اہم کردار صرف ایک ہے جس کا تعلق کم زور طبقے سے ہے۔ اقبال حسین بھیلا کا ناولٹ **مہرو** ہے جو ۲۰۰۲ء میں سامنے آیا جس میں معاشرے کی ایک رومانوی کہانی بیان کی گئی ہے۔ خانہ بدوشوں، فقیروں اور جوگیوں کی زندگی کی عکس بندی کی گئی ہے۔ **گینڈے گل گلاواں** اور **چاچا چکری** الیاس گھمن کے دو ناولٹ ایک ہی جلد میں ۲۰۰۳ء میں شائع ہوئے۔ یہ بچوں کے لیے لکھے گئے ہیں جن کے پلاٹ سادہ اور کہانیاں سیدھی سادی ہیں، لیکن کئی جگہوں پر بڑی بڑی علامتیں اور بڑے نکتے بھی اُٹھائے گئے ہیں۔ راہی گبول کا ناولٹ **سجن دشمن** ۲۰۰۵ء میں سامنے آیا جو ایک معمولی قسم کا سیدھا سادہ اصلاحی معاشرتی ناولٹ ہے۔

مدثر بشیر (۱۹۷۴ء) کا ناولٹ **سے** ۲۰۰۹ء میں سامنے آیا جس کا مرکزی کردار عامر، چن اور نائلہ ہیں۔ پلاٹ کے سادہ ہونے کے ساتھ کہانی میں بھی کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔ موضوع کے اعتبار سے بھی یہ تخلیق ناولٹ کے زُمرے میں ہی آتی ہے۔ کرامت مغل (۱۹۷۹ء) کا ناولٹ **موتیا** ۲۰۱۳ء میں شائع ہوا۔ اس کی کہانی تین دوستوں اور ان کی زندگی کے ارد گرد گھومتی ہے۔ رومانوی پہلو کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اور معذور لوگوں کی زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ناولٹ کی کہانی روایت سے آگے نہیں جاتی۔ اصل میں یہ اس وقت کی کہانی ہے جب سوشل میڈیا نہیں تھا اور زندگی مادہ پرستی سے دور تھی۔ **شکارن** علی انور احمد (۱۹۶۳ء) کا ناولٹ ہے جو ۲۰۱۶ء میں شائع ہوا۔ اس کی کہانی روایتی اور سماجی ہے۔ کردار، مکالمے، پلاٹ اور کہانی کی تعمیر بھی سادہ ہی ہے۔ ۲۰۱۷ء میں اعجاز (۱۹۹۰ء) کی تخلق **لوہاور** سامنے آئی جو ناولٹ کے زمرے میں آتی ہے۔ زندگی کے کئی پہلو دکھانے کی کوشش کی ہے۔ ناکام محبت کی بات کرتے ہوئے انھوں نے ہر کردار کے کئی رخ دکھائے ہیں۔ تخلیق کار نے روزنامچوں، رپورٹوں، خبروں، اخباروں کو ناول کی کہانی کا حصہ بنا کر نیا تجربہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ لاہور میں چلنے والی اورنج ٹرین سے متاثر لوگوں کے بارے میں بھی بات کی ہے۔ پلاٹ، کہانی، کردار وغیرہ بالکل سادہ ہیں۔ موضوع کے اعتبار سے بھی یہ تخلیق ناولٹ میں ہی شمار ہوتی ہے۔

احمد شہباز خاور کی تخلیق **گھنّوں** ۲۰۱۸ء میں سامنے آئی جو ادبی صنف ناولٹ میں ہی شمار کی جائے گی۔ اس کی کہانی میں خاندانی نظام کو بنیاد بنایا گیا ہے اور اس کے ساتھ شہر اور گاؤں کے رہن سہن کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ گھنّوں (شکیلہ)، صابو اور نگو مرکزی کردار ہیں۔ مدثر بشیر کا ناولٹ **کون** ۲۰۱۸ء میں شائع ہوا جس میں مختلف علامتوں اور کرداروں کے ذریعے معاشرے کے کئی پہلو بیان کیے گئے ہیں۔ تاریخ، سماج، فلسفہ وغیرہ کے پہلو سامنے آتے ہیں۔ کہانی میں موسیقیت کا عنصر بھی نمایاں ہے اور کرداروں میں، مزدور، کلرک، ماسٹر، بے مراد عاشق، پہلوان جیسے کردار نمایاں ہیں۔ مخدوم ٹیپو سلطان (۱۹۷۴ء) کا ناولٹ **ادھی موت** ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا جس کو سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پرگٹ سنگھ ستوج (۱۹۸۱ء) کے ناول **خبر اک پنڈدی** کی طرح ایک مردہ آدمی کہانی سنا رہا ہے۔ اس ناولٹ کا کردار اگرچہ مر چکا ہے لیکن پھر بھی وہ سوچتا اور فکر کرتا ہے۔ پلاٹ اور کہانی کو تاریخ، فلسفے اور نفسیات کے ساتھ خوب صورت طریقے سے تعمیر کیا گیا ہے لیکن ناولٹ کی کہانی کو بیان کرنے کے لیے

جوزبان وبیان اختیار کیا گیا ہے اسے سنجیدہ اورادبی تخلیق کے لیے موزوں نہیں قرار دیا جاسکتا۔ فوزیہ رفیق (۱۹۴۵ء) کا ناولٹ **کیٹرو** بھی ۲۰۱۹ء میں ہی سامنے آیا جس میں ''محمد حسین کیٹرو کی کہانی بیان کی گئی ہے جس پر توہین مذہب کا الزام لگتا ہے اور وہ پہلے کراچی پھر کینیڈا جا بستا ہے۔ کہانی میں ہندوستان کی تقسیم کے واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں لیکن اپنی کہانی کو معتبر اور دل چسپ بنانے کے لیے مصنفہ نے پنجابی صوفی شاعروں کے بارے من گھڑت باتیں بھی بیان کی ہیں۔

مدثر بشیر کا ناولٹ **ریکھ** ۲۰۲۰ء میں شائع ہوا جس کی کہانی ایک روایتی رومانوی کہانی ہے۔ پلاٹ کی تعمیر بھی بالکل سادہ ہے اور کہانی میں کوئی اُلجھاؤ نہیں ہے۔ پنجابی میں کچھ ناولٹ ترجمہ بھی کیے گئے ہیں جیسے **بڈھاتے سمندر** اور گرمکھی رسم الخط سے التھا(Transcription) بھی کیے گئے ہیں جیسے **طواف**، **مڑھی دادیوا**، **ایرویر ملدیاں**، **پوسٹ مارٹم** وغیرہ۔

ناولٹ اور طویل مختصر افسانہ صنعتی انقلاب کے بعد وجود میں آنے والے نئے انسانی معاشرے کی پیداوار ہیں۔ اس لیے اس کی ہیئت اور تکنیک پر اس کے واضح اثرات مرتب ہوئے۔ نئے صنعتی معاشرے میں انسان کی زندگی میں الجھنوں اور پیچیدگیوں میں اضافہ ہوا۔ اس کا واضح عکس اس وقت کے ناولٹ اور طویل مختصر افسانے میں نظر آتا ہے۔ زندگی کی مصروفیت اور وقت کی کمی کے باعث وسعت اور ہمہ گیری کی جگہ ایجاز واختصار کی اہمیت بڑھ گئی۔ اب زندگی میں ایک لمحے ایک واقعے یا سانحے کی اہمیت کو بھی محسوس کیا جانے لگا ہے۔ اس کے نتیجے میں مختصر افسانہ، طویل مختصر افسانہ اور ناولٹ جیسی اصناف میں ناول کی نسبت زیادہ لکھا جانے لگا ہے۔ اگر کوئی ایک آدھ واقعے یا تاثر کو گرفت میں لینا چاہتا ہے تو اس کے لیے افسانے کی ہیئت ہی مناسب ہے۔ اگر کسی مصنف کی ارتقائے زندگی کے ایک مکمل رخ پر نظر پڑتی ہے تو وہ ناولٹ بن جائے گا۔ مختصر افسانے یا طویل مختصر افسانے میں ایک احساس تحیر پیدا کیا جاتا ہے۔ عموماً جدید افسانہ اور ناولٹ مکمل طور پر اس تعریف یا وضاحت کے دائرے میں نہیں سما سکتا۔ جدید اور قدیم افسانے یا ناولٹ کی بحث سے ہٹ کر بھی دیکھا جائے تو یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ کسی بھی صنف ادب کو ہم ایک مخصوص تعریف، فنی عناصر اور تکنیک کے معیار پر رکھ کر نہیں پرکھ سکتے، کیوں کہ ہر تخلیق اپنی تکنیک خود لے کر آتی ہے۔ اس لیے ناول اور ناولٹ کے لیے موضوع بھی کوئی ٹھوس اصطلاح نہیں ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں موضوع ناول میں سما سکتا ہے اور فلاں موضوع ناولٹ میں نہیں سما سکتا۔ دراصل یہ موضوع کی پرتوں پر منحصر ہے کہ ایک ناول نگار یا ناولٹ نگار اس موضوع کی کتنی پرتوں کو اپنے استعمال میں لاتا ہے اور کس انداز میں لاتا ہے۔(۲۲)

پاکستانی پنجابی ناولٹ نگاری میں ناولٹ کے لیے ''نکا ناول''، ''مختصر ناول''، ''چھوٹا ناول'' اور ''نکڑا ناول'' جیسی اصطلاحیں مستعمل ہیں۔ پنجابی میں ابھی تک اس موضوع پر سنجیدہ کام دیکھنے میں نہیں آیا۔ مگر امید کی جاتی ہے کہ تخلیق کار اس پہلو پر بھی قلم اٹھائیں گے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(1) To Coin a phrase. *A Dictionary of Origin*, 1981. p 173

(2) *The Concise Oxford French Dictionary*, 1934, p574

(3) *The Encyclopedia Americana*, Volume. 20 International Edition 1984, p-511-a

(4) *The Oxford English Dictionary* 1989 (Second Editon) Volume-10, P565

(۵) ناصر عباس بلوچ، اُردو ناولٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اردو)، اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، لاہور ص ۳۱

(۶) محمد احسن فاروقی، ادبی تخلیق اور ناول، مکتبہ اسلوب، کراچی ۱۹۶۳ء، ص ۱۲۵

(۷) سید وضاحت حسین رضوی، اردو ناولٹ: ہیئت، اسالیب اور رجحانات (لکھنؤ: پرکاش پیکچرس، ۲۰۱۴ء)، ۳۰۔

(۸) سلیم اختر، افسانہ، حقیقت سے علامت تک (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، س ن) ۱۲۶، ۱۲۷۔

(۹) اردو ناولٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ۵۳۔

(۱۰) مظفر علی سید، طویل مختصر افسانہ، ادب لطیف، طویل مختصر افسانہ نمبر ۱۹۵، ص ۲۰۔

(۱۱) محمد احسن فاروقی، ناولٹ اور طویل افسانہ۔ ساقی کراچی، ناولٹ نمبر، جون ۱۹۶۴ء، ۷۔

(۱۲) اردو ناولٹ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ۶۳۔

(۱۳) اقبال صلاح الدین، لعلاں دی پنڈ (لاہور: عزیز پبلشرز، ۱۹۸۶ء) ۱۹۹۔

(۱۴) انعام الحق جاوید، پنجابی ادب دا ارتقاء (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۱۵ء) ۱۵۲۔

(۱۵) شہباز حسین، جوشوا فضل الدین دے ناول، تحقیقی مقالہ برائے ایم اے پنجابی، جامعہ پنجاب لاہور، ص ۸۲۔

(۱۶) شہباز ملک، گویڑ (لاہور: تاج بک ڈپو، ۱۹۹۵ء) ۲۱۷

(۱۷) ایضاً، ۲۲۲

(۱۸) نسرین مختار، پاکستانی پنجابی ناول دا ارتقاء (لاہور: پاکستان پنجابی فکری سانجھ، ۲۰۱۰ء) ۱۱۶۔

اوریئنٹل کالج میگزین، جلد۹۷، شمارہ۳، مسلسل شمارہ:۳۶۵، سال۲۰۲۲ء

(۱۹)فرخندہ لودھی، آزادی مگروں پنجابی ناول، مشمولہ آزادی مگروں پنجابی ادب(لاہور: پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، س ن)۲۱۱۔

(۲۰)شہباز ملک،گویڑ (لاہور:تاج بک ڈپو،۱۹۹۵ء)۲۲۸

(۲۱)انعام الحق جاوید،پنجابی ادب دا ارتقاء (لاہور:عزیز بک ڈپو،۲۰۰۴ء)۲۸۷

(۲۲) اردو ناولٹ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ،۶۳،۶۲،۳۴

BIBLIOGRAPHY

- Alan Smith, *To Coin a Phrase: A Dictionary of Origin* (Hutchinson of London, 1981).
- Farkhanda Lodhi, Āzadi Magrūn̠ Punjabi Novel, (Incl.) *Āzadi Magrūn Punjabi Adab*, (Lahore: Pakistan Punjabi Adabi Board).
- Inamul Haq, *Punjabi Adab da Irtiqā*, (Lahore: al-Faisal Nasheran, 2015).
- Iqbal Salahuddin, *La'alān di Pand*, (Lahore: Aziz Publishers, 1986).
- Muhammad Ahsan Farooqi, *Adabi Takhlīq aur Novel*, (Karachi: Maktaba-i Usloob, 1963).
- Muhammad Ahsan Farooqi, *Navelette aur Ṭavīl Afsana*, *Saqi*, (Karachi: Novelette Number, June 1964).
- Muzaffar Ali Syed, Ṭavīl Mukhtaṣir Afsana, *Adab-i Latīf*, Special Number 195.
- Nasir Abbas Baloch: *Urdū Novelette ka Taḥqiqī-o-Tanqīdī Jaiza*, (Lahore: PhD Urdu Thesis, Punjab University).
- Nasreen Mukhtar, *Pakistani Punjabi Novel da Irtaqā*, (Lahore: Pakistan Punjabi Fikri Sanjh, 2010)
- Saleem Akhtar, Afsana, *Ḥaqīqat se 'Alāmat Tak*, (Lahore: Sang-e meel publication).
- Shahbaz Husain Syed, *Joshwa Fazalo Dīn dey Novel*, Thesis M.A Punjabi, (Lahore: Oriental College, Punjab University).
- Shahbaz Malik, *Gaver*, (Lahore: Taaj Book Depot, 1995).
- Syed Wazahat Husain Rizvi, *Urdū Novelette: Ḥaiyat, Asālīb aur Rujḥānāt*, (Lakhnao: Parkash Paikchars, 2014).
- *The Concise Oxford French Dictionary*, 1934.
- *The Encyclopedia Americana*, (International Edition, 1984).
- *The Oxford English Dictionary*, (Second Edition, 1989).

❖❖❖